اسد محمد خان

بوب کا چائے خانہ

وہ اپنے تیوروں میں جزائرِ انڈمان جیسی کوئی جگہ تھی؛ سکیورِٹی اور تجارت کے اعتبار سے مُنضبط ... تاہم اَور سب معاملوں میں بالکل ہی غیر مُنظّم، بل کہ ''چھوڑ دی گئی'' جگہ۔

مَیں اور میرا میزبان پہلی بار شہر کی سیر کو نکلے تھے۔

شام ہوتے ہوتے، میرا میزبان، مجھے ایک پرانے ٹی ہاؤس میں لے گیا جو شاید اُنّیسویں صدی کے آخر میں قائم ہوا تھا۔ یہ چائے خانہ، شہرلندن کے رہائشی، ایک جھکّی چائے نوش بوب پٹل نے بیچ بازار میں قائم کیا تھا، سو خوب چلتا تھا۔

ٹی ہاؤس کھولنے والے پٹل صاحب نے، جو خیر سے ہمیشہ کنوارے رہے، اُسی زمانے میں ایسا کچھ انتظام کر دیا تھا کہ ان کے بعد لندن شہر کی ایک ''فلاحی تنظیم'' نے یہاں آ کر اس ٹی ہاؤس کا نظم و نسق سنبھال لیا تھا۔ یہ فلاحی ادارہ، سو برس سے زیادہ گزر جانے کے بعد بھی، بڑی ''لیاقت'' سے بوب کے چائے خانے کو سنبھالے ہوئے تھا۔

منتظم فلاحی ادارے پر، اور جملہ گاہکوں پر، آں جہانی بوب کے (غیر) قانونی مُشیروں نے ضابطے کی کچھ پابندیاں عائد کی تھیں۔

ضابطے کے مطابق؛ ٹی ہاؤس کی انتظامیہ پر، اور گاہکوں پر، یہ ایک بات لازم تھی، اور انھیں بہ ہر صورت یاد رکھنی تھی کہ یہاں وہ اعلا درجے کی پتّیوں سے بنائی گئی چائے میں، کسی بھی مرحلے پر، دودھ وغیرہ ملانے کے مجاز نہیں ہوں گے (پیریڈ)۔

موجودہ منتظمین کی طرف سے، چار بار ضابطے کی خلاف ورزیاں ثابت ہو جانے کی صورت میں پٹل ٹرسٹ، کسی بھی وقت، ٹی ہاؤس کا نظم و نسق، اس ادارے سے لے کر، تجویز کیے گئے، دوسرے، تیسرے، یا

چوتھے کسی ادارے کے سپرد کرسکتا تھا۔

واضح رہے، کہ بیان کیے گئے اداروں کی تفصیل بنیادی دستاویزات میں درج نہ تھی، تاہم، اُن اداروں کے نگراں اور جاسوس وغیرہ، بوب پٹیل ٹرسٹ کے خرچ پر، وقتاً فوقتاً یہاں آکر چھاپے وغیرہ مارتے رہتے تھے۔

گاہکوں کی خلاف ورزی پر، انتظامیہ کو ایک سادہ سی کارروائی کی ہدایت کی جاتی تھی؛ جو یہ تھی کہ خلاف ورزی کرنے والے گاہک یا گاہکوں کو (خواہ ان میں خواتین ہی کیوں نہ شامل ہوں) معذرت کے ساتھ ٹی ہاؤس کی حدود سے نکل جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ ساتھ ہی ایسا کچھ بندوبست کیا جائے کہ خلاف ورزی کا ارتکاب کرنے والے گاہک دوبارہ ٹی ہاؤس کی حدود میں داخل نہ ہونے پائیں۔

ٹی ہاؤس کی اپنی بیکری میں جملہ قسم کے بسکٹ، کُکیز، کیک وغیرہ تیار کیے جاتے تھے۔ ان بسکٹوں، بنوں، کیکوں کو کسی بھی صورت میں چائے یا کسی اور مشروب میں تھوڑا ڈِپ کرکے، پورا ڈبوکے یا تر کرکے کھانا منع تھا۔ بچوں اور عمر رسیدہ مردوں عورتوں کو بھی اس ضابطے کی پابندی کرنا ہوتی تھی۔ کچھ بھی کھا پی کر بلند آواز میں بَرپ کرنا یا ہلکی ڈکار لینا، اوّل درجے کی بے ضابطگی تھی۔ گاہکوں کا اونچی آواز میں باتیں کرنا، رونا، گانا، کسی طرح کی عبادت کا گیت یا اشلوک پڑھنا، تلاوت کرنا اور وجودِ مطلق، یعنی اپنے پروردگار سے بلند آواز میں مُلتمِس ہونا، حد یہ کہ اُس (مطلق) کی بالا رادہ اس طرح ثنا کرنا کہ قریب بیٹھا آدمی بھی سن لے، بے حرمتی اور دکھاوے کی ذیل میں آتا تھا۔ یہ سب کرنے والے گاہک کو یاد دلایا جاتا تھا کہ ٹی ہاؤس کی مغربی دیوار کے ساتھ بہت سے ساؤنڈ پروف کیبن بنے ہیں جہاں رونے، گانے والوں، اور تلاوت کرنے، ملتمِس ہونے، اور اونچی آواز میں باتیں کرنے والوں کے لیے مناسب نشستیں اور پرائیویسی فراہم کی گئی ہے۔ تو اگلی بار، یہ بات بھولنے والے گاہک کو کسی بھی ساؤنڈ پروف کیبن میں جانا ہوگا۔

یہ سارا جھکّی پن یا سمجھو پابندیاں... سختیاں، اپنی جگہ: مجھے تو اس ٹی ہاؤس میں کھانے پینے کی چیزوں کا معیار اور ان کی قیمتیں دوسری سب جگہوں کے مقابلے میں مناسب لگیں۔ اس کے علاوہ یہاں گاہکوں کو، ہر وزِٹ پر، انتظامیہ کی طرف سے ایک خوب صورت سا کارڈ بھی دیا جاتا تھا۔ سال بھر میں سَو کارڈ پانے والے گاہک کو تاحیات ممبر کا درجہ مل جاتا تھا۔ ایسے گاہکوں کو ممبری کے پہلے سال، بلوں پر دس فی صد کی چھوٹ دی جاتی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ تاحیات گاہکوں کو، درجہ بہ درجہ بڑھتے ہوئے تحائف ملتے

رہتے تھے۔ بیس برس کے وفادار گاہک کو دو افراد کے لیے جزائرِ برطانیہ میں تیس دن قیام کا مناسب خرچہ اور آنے جانے کا ''ٹورِسٹ کلاس'' ہوائی ٹکٹ پیش کیا جاتا تھا۔ ٹی ہاؤس کی شمالی دیوار پر ایسے تمام خوش نصیبوں کی فریم کی ہوئی تصویریں لگی تھیں جو تیس تیس دن کے دورے پر برطانیہ ہو آئے تھے۔

مشرقی دیوار کے متصل کاؤنٹر بنا تھا، ساتھ ہی ایک بھاری بھرکم فرنیچر پیس پر پیتل کا چمچماتا ہوا کتبہ نصب تھا۔ کتبے پر وہ سب ہدایات درج تھیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ برابر میں ایک پیڈسٹل پر سنگِ مرمر سے بنا ایک گنجے انگریز کا، شانوں تک کا بُت رکھا تھا۔ وہ انگریز اپنی بے نور آنکھوں سے، بہت بھنّا کر، ناک کی سیدھ میں مستقل دیکھے جا رہا تھا۔

میزبان نے جو کاؤنٹر پر بہ طور مہمان میرا نام درج کرا کے آ چکا تھا، میرے کان کے پاس مُنہ لے جا کر کہا، " سر! یہ رابرٹ پنڈل صاحب کا بُت ہے۔"

اگرچہ اس کی چنداں ضرورت نہ تھی، تاہم مَیں نے جواب میں دھیرے سے کہا، "''ماشاءاللہ!''

❑